شمارہ نمبر 69، رمضان المبارک 1435ھ، بمطابق جولائی 2014ء

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة 5 : 3)

''آج کے دِن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا ہے۔''

یہ عظیم المرتبت آیتِ کریمہ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔اس میں دینِ اسلام کے کامل و تمام ہونے کا مژدہٗ جاں فزا سنایا گیا ہے۔اس دن کے بعد دینِ اسلام میں کوئی بھی اضافہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہیں، بلکہ ایسا کرنا بدعت ہے۔

بعض لوگ زبانِ قال سے تو تکمیل دین کے اقراری ہیں،لیکن زبانِ حال سے یہی باور کراتے ہیں کہ دین مکمل نہیں ہے،اسی لیے وہ دینِ محمدی میں اضافے کرتے رہتے ہیں۔ وہ کبھی تو قرآن و حدیث کا من پسند مفہوم متعین کر کے اپنے بدعتی مذہب کو سہارا دیتے ہیں،کبھی بدعات کو''حسنہ'' کا نام دے کر سندِ جواز فراہم کرتے ہیں،کبھی یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہماری بدعات قرآن و حدیث کی کسی دلیل کے خلاف نہیں اور کبھی یہ رَٹ لگا رہے ہوتے ہیں کہ اگر ہماری ایجاد کردہ بدعت شریعت سے ثابت نہیں،تو اس کے خلاف بھی نہیں۔ یوں وہ اپنے دامن کو بدعات و مکروہات سے لبریز کر لیتے ہیں۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امامِ حرمین،فقیہِ مدینہ،مالک بن انس رحمہ اللہ (93-179ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ أَحْدَثَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ الْيَوْمَ شَيْئًا لَّمْ يَكُنْ عَلَيْهِ سَلَفُهَا؛ فَقَدْ زَعَمَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ، لِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ ﴿---**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا**---﴾(المائدة 5 : 3)، فَمَا لَمْ يَكُنْ يَّوْمَئِذٍ دِينًا؛ لَا يَكُونُ الْيَوْمَ دِينًا .

''امتِ محمدیہ میں سے جو شخص آج کے دِن کوئی نیا کام ایجاد کرے، جس پر اس امت کے اسلاف نے عمل نہیں کیا، تو اس نے یہ سمجھ لیا کہ (معاذ اللہ!) رسولِ اکرم ﷺ نے رسالت میں خیانت سے کام لیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے : ﴿---**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا**---﴾(المائدة 5 : 3) *(آج کے دِن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کر لیا ہے۔) جو چیز اُس دن دین نہیں تھی، وہ آج بھی دین نہیں بن سکتی۔''*

(الإحكام في أصول الأحكام لابن حزم : 85/6، وسندهٗ حسنٌ)

علامہ، ابراہیم بن موسیٰ، شاطبی رحمہ اللہ (م:790ھ) فرماتے ہیں :

إِنَّ الْمُبْتَدِعَ مُعَانِدٌ لِّلشَّرْعِ وَمُشَاقٌّ لَّهٗ؛ لِأَنَّ الشَّارِعَ قَدْ عَيَّنَ لِمَطَالِبِ الْعَبْدِ طُرُقًا خَاصَّةً، عَلٰى وُجُوهٍ خَاصَّةٍ، وَقَصَرَ الْخَلْقَ عَلَيْهَا بِالْأَمْرِ وَالنَّهْيِ، وَالْوَعْدِ وَالْوَعِيدِ، وَأَخْبَرَ أَنَّ الْخَيْرَ فِيهَا، وَأَنَّ الشَّرَّ فِي تعدِّيها، إِلٰى غَيْرِهَا؛ لِأَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ،

وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ، وَأَنَّهُ إِنَّمَا أَرْسَلَ الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ، فَالْمُبْتَدِعُ رَادٌّ لِّهٰذَا كُلِّهِ، فَإِنَّهُ يَزْعُمُ أَنَّ ثَمَّ طُرُقًا أُخَرَ، لَيْسَ مَا حَصَرَهُ الشَّارِعُ بِمَحْصُورٍ، وَلَا مَا عَيَّنَهُ بِمُتَعَيِّنٍ، وَأَنَّ الشَّارِعَ يَعْلَمُ وَنَحْنُ أَيْضًا نَّعْلَمُ، بَلْ رُبَّمَا يَفْهَمُ مِنِ اسْتِدْرَاكِهِ الطُّرُقَ عَلَى الشَّارِعِ، أَنَّهُ عَلِمَ مَا لَمْ يَعْلَمْهُ الشَّارِعُ، وَهٰذَا إِنْ كَانَ مَقْصُودًا لِّلْمُبْتَدِعِ، فَهُوَ كُفْرٌ بِالشَّرِيعَةِ وَالشَّارِعِ، وَإِنْ كَانَ غَيْرَ مَقْصُودٍ، فَهُوَ ضَلَالٌ مُبِينٌ .

''بدعتی شخص شریعت کا معاند ومخالف ہوتا ہے، کیونکہ شارع نے بندوں کے مفاد میں (عبادات کے) کچھ خاص طریقے اور خاص انداز مقرر کیے ہیں۔ پھر امر ونہی اور وعد و وعید کے ذریعے مخلوق کو ان کا پابند بنایا اور یہ بتا دیا کہ ساری کی ساری بھلائی انہی طریقوں میں ہے، جبکہ ساری خرابی ان طریقوں سے تجاوز کرنے میں ہے، کیونکہ اللہ ہی جانتا ہے، ہم نہیں جانتے، نیز اس نے رسولِ اکرم ﷺ کو اس لیے بھیجا ہے کہ ان کے ذریعے وہ جہانوں پر رحمت کرے۔ لیکن بدعتی لوگ ان ساری باتوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے یہ سمجھتے ہیں کہ عبادت کے کچھ اور طریقے بھی ہیں، شارع نے کوئی طریقہ خاص و متعین نہیں کیا۔ ان کے خیال میں شارع بھی جانتا ہے اور وہ بھی جانتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو وہ اپنی طرف سے عبادت کے طریقے ایجاد کر کے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں، شارع نہیں جانتا۔ اگر بدعتی کا یہ اعتقاد ہو، تو شریعت وشارع کے ساتھ کفر ہے اور اگر یہ اعتقاد نہ ہو، تو بھی بدعت ایجاد کرنا

واضح گمراہی ہے۔‘‘(الاعتصام :65/1، بتحقيق سليم الهلالي)

بدعات کے سلسلے کی ایک کڑی نمازِ عصر اور نمازِ فجر کے بعد مصافحہ کرنا ہے۔اگرچہ مصافحہ سنتِ نبوی اور نیکی کا کام ہے،لیکن اس کو بعض نمازوں کے ساتھ خاص کرنا بدعت ہے۔نبی اکرم ﷺ،صحابہ کرام اور سلف صالحین سے ایسا قطعاً ثابت نہیں۔یہ بدعتِ سیئہ اور باطل عمل ہے۔اگر یہ کارِ خیر ہوتا،تو نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کو ضرور اس کی تعلیم دیتے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إِنَّهٗ لَمْ يَكُنْ نَّبِيٌّ قَبْلِي؛ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَّدُلَّ أُمَّتَهٗ عَلٰى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ، وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهٗ لَهُمْ» .

’’مجھ سے پہلے جتنے بھی نبی گزرے ہیں،ان پر یہ فرض تھا کہ جس چیز کو اپنی امت کے لیے بہتر جانتے،اس کی طرف ان کی راہ نمائی کرتے اور جس چیز کو ان کے لیے برا جانتے،اس سے انہیں ڈراتے۔‘‘(صحيح مسلم : 1844)

نبی اکرم ﷺ نے بھی ہر خیر وشر کے بارے میں اپنی امت کو آگاہ فرما دیا ہے،لیکن بدعتی لوگ آپ ﷺ کی طرف سے بتائی گئی نیکی پر اکتفا نہیں کرتے،بلکہ اپنی طرف سے تقربِ الٰہی کے نئے طریقے ایجاد کرتے ہیں۔

علامہ،عبد الرحمٰن بن احمد،ابن رجب،حنبلی رحمہ اللہ (736-795ھ) فرماتے ہیں:

فَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِعَمَلٍ لَّمْ يَجْعَلْهُ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ قُرْبَةً إِلَى اللّٰهِ؛ فَعَمَلُهٗ بَاطِلٌ مَّرْدُودٌ .

’’جو شخص کسی ایسے عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرے، جسے اللہ و رسول نے تقربِ الٰہی کا ذریعہ نہیں بنایا، تو اس کا یہ عمل

مردود و باطل ہے۔‘‘(جامع العلوم والحكم :178/1)

اہل علم نے مخصوص نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے کو بدعت ہی قرار دیا ہے۔ علامہ نووی رحمہ اللہ نے اس کے جواز کی طرف رجحان کیا،تو اہل علم نے ان کی اس بات کا سختی سے ردّ فرمایا،جیسا کہ:

❁ شارحِ صحیح بخاری،حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (771-852ھ)فرماتے ہیں:

قَالَ النَّوَوِيُّ : وَأَصْلُ الْمُصَافَحَةِ سُنَّةٌ، وَكَوْنُهُمْ حَافَظُوا عَلَيْهَا فِي بَعْضِ الْأَحْوَالِ لَا يُخْرِجُ ذٰلِكَ عَنْ أَصْلِ السُّنَّةِ، قُلْتُ : وَلِلنَّظَرِ فِيهِ مَجَالٌ، فَإِنَّ أَصْلَ صَلَاةِ النَّافِلَةِ سُنَّةٌ مُرَغَّبٌ فِيهَا، وَمَعَ ذٰلِكَ فَقَدْ كَرِهَ الْمُحَقِّقُونَ تَخْصِيصَ وَقْتٍ بِهَا دُونَ وَقْتٍ، وَمِنْهُمْ مَّنْ أَطْلَقَ تَحْرِيمَ مِثْلِ ذٰلِكَ، كَصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي لَا أَصْلَ لَهَا .

’’علامہ نووی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ مصافحہ کی بنیاد سنت پر ہے اور بعض لوگوں کا بعض اوقات میں اس کی پابندی کرنا اس کو سنت سے خارج نہیں کرتا۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ بات محل نظر ہے،کیونکہ نفل نماز اصل میں سنت سے ثابت اور مؤکدہ ہے،لیکن اس کے باوجود محققین اہل علم نے اسے کسی وقت کے ساتھ خاص کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے،بلکہ بعض نے تو ایسی صورت کو حرام بھی قرار دیا ہے۔اس کی ایک مثال بے اصل نماز ’صلاۃ الرغائب‘ ہے۔‘‘

(فتح الباري :55/11)

❁ ملا علی قاری بن سلطان محمد،حنفی،ماتریدی(م:1014ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا يَخْفٰى أَنَّ فِي كَلَامِ الْإِمَامِ نَوْعُ تَنَاقُضٍ، لِأَنَّ إِتْيَانَ السُّنَّةِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ لَا يُسَمّٰى بِدَعَةً، مَعَ أَنَّ عَمَلَ النَّاسِ فِي الْوَقْتَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الِاسْتِحْبَابِ الْمَشْرُوعِ، فَإِنَّ مَحَلَّ الْمُصَافَحَةِ الْمَشْرُوعَةِ أَوَّلُ الْمُلَاقَاةِ، وَقَدْ يَكُونُ جَمَاعَةٌ يَتَلَاقَوْنَ مِنْ غَيْرِ مُصَافِحَةٍ، وَيَتَصَاحَبُونَ بِالْكَلَامِ وَمُذَاكِرَةِ الْعِلْمِ وَغَيْرِهِ مُدَّةً مَّدِيدَةً، ثُمَّ إِذَا صَلَّوْا يَتَصَافَحُونَ، فَأَيْنَ هٰذَا مِنَ السُّنَّةِ الْمَشْرُوعَةِ؟ وَلِهٰذَا صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا بِأَنَّهَا مَكْرُوهَةٌ حِينَئِذٍ، وَأَنَّهَا مِنَ الْبِدَعِ الْمَذْمُومَةِ، نَعَمْ، لَوْ دَخَلَ أَحَدٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ، أَوْ عَلٰى إِرَادَةِ الشُّرُوعِ فِيهَا، فَبَعْدَ الْفَرَاغِ لَوْ صَافَحَهُمْ، لَكِنْ بِشَرْطِ سَبْقِ السَّلَامِ عَلَى الْمُصَافَحَةِ، فَهٰذَا مِنْ جُمْلَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمَسْنُونَةِ بِلَا شُبْهَةٍ.

''علامہ نووی رحمہ اللہ کے کلام میں واضح طور پر کچھ تناقض ہے۔کسی سنت پر بعض اوقات عمل کرنا تو بدعت نہیں، نیز مذکورہ دونوں اوقات (فجر وعصر کی نماز کے بعد) میں لوگوں کا مصافحہ کرنا مستحب ومشروع طور پر نہیں ہوتا،لیکن جو مصافحہ شریعت سے ثابت ہے،اس کا محل آغازِ ملاقات ہے۔یہاں ایسا ہوتا ہے کہ لوگ آپس میں بغیر مصافحہ کے ملتے ہیں،بہت دیر تک باہم بات چیت بھی کرتے ہیں اور ان کے مابین علمی مذاکرہ وغیرہ بھی ہوتا ہے،پھر جب وہ نماز

پڑھتے ہیں، تو ایک دوسرے سے مصافحہ کرنے لگتے ہیں۔ اس طرزِعمل کا مسنون طریقے سے کیا تعلق ہے؟ اسی لیے ہمارے بعض علماءِ کرام نے اس صورت میں مصافحہ کو مکروہ اور بدعتِ مذمومہ قرار دیا ہے۔ ہاں، اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد کے اندر داخل ہوا، جب لوگوں نے نماز شروع کر رکھی تھی یا وہ نماز شروع کرنے والے تھے، تو نماز سے فارغ ہوکر ان سے مصافحہ کرسکتا ہے، لیکن اس کے لیے بھی شرط یہ ہے کہ پہلے سلام کہے، پھر مصافحہ کرے۔ یہ طریقہ بلاشبہ مسنون مصافحہ ہے۔''(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح : 458/8)

نیز اہلِ علم نے اس مصافحہ کو بدعت قرار دیا ہے، جیسا کہ:

❀ علامہ، عزالدین، عبدالسلام، مقدسی رحمہ اللہ (م: 678ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُصَافَحَةُ عَقِيبَ الصُّبْحِ وَالْعَصْرِ مِنَ الْبِدَعِ، إِلَّا الْقَادِمَ لَمْ يَجْتَمِعْ بِمَنْ يُّصَافِحُهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ؛ فَإِنَّ الْمُصَافَحَةَ مَشْرُوعَةٌ عِنْدَ الْقُدُومِ.

''نماز فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے۔ سوائے اس شخص کے جو ایسے وقت میں آئے کہ جس سے مصافحہ کر رہا ہے، نماز سے پہلے اس سے مل نہ سکا ہو، کیونکہ آتے وقت مصافحہ کرنا مشروع ہے۔''(فتاوی العزّ عبد السلام، ص: 389)

❀ شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) سے جب پوچھا گیا کہ نماز کے بعد مصافحہ سنت ہے یا نہیں، تو آپ رحمہ اللہ نے یہ جواب دیا:

اَلْمُصَافَحَةُ عَقِيبَ الصَّلَاةِ لَيْسَتْ مَسْنُونَةً، بَلْ هِيَ بِدْعَةٌ.

''نماز کے بعد مصافحہ مسنون نہیں، بلکہ یہ تو بدعت ہے۔''

(مجموع الفتاوی: 339/23)

✿ علامہ ادریس بن بیکدن بن عبداللہ ترکمانی (م:800ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا الْمُصَافَحَةُ فِي الصَّلَاتَيْنِ؛ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَبَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ، فَبِدْعَةٌ مِّنَ الْبِدَعِ الَّتِي --- لَا أَصْلَ لَهَا فِي الشَّرْعِ، وَاخْتَارَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ تَرْكَهَا، لِأَنَّهَا زِيَادَةٌ فِي الدِّينِ .

''عصر وفجر کی دونوں نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا ان بدعات میں سے ہے جن کی ---شریعت میں کوئی دلیل موجود نہیں۔بعض علماءِ کرام نے اسے ترک کرنا ہی پسند کیا ہے، کیونکہ یہ دین میں اضافہ ہے۔''

(اللمع في الحوادث والبدع :283/1)

✿ علامہ محمد بن محمد، ابن الحاج رحمہ اللہ (م:737ھ) فرماتے ہیں:

وَيَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَّمْنَعَ مَا أَحْدَثُوهُ مِنَ الْمُصَافَحَةِ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْعَصْرِ وَبَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ، بَلْ زَادَ بَعْضُهُمْ فِي هٰذَا الْوَقْتِ فِعْلَ ذٰلِكَ بَعْدَ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَذٰلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْبِدَعِ، وَمَوْضِعُ الْمُصَافَحَةِ فِي الشَّرْعِ إِنَّمَا هُوَ عِنْدَ لِقَاءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ، لَا فِي أَدْبَارِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، وَذٰلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْبِدَعِ، فَحَيْثُ وَضَعَهَا الشَّرْعُ نَضَعُهَا، فَيُنْهٰى عَنْ ذٰلِكَ، وَيُزْجَرُ فَاعِلُهُ، لِمَا أَتٰى مِنْ خِلَافِ السُّنَّةِ .

''نمازی کو چاہیے کہ وہ نمازِ فجر وعصر اور جمعہ کے بعد اس مصافحہ سے باز رہے، جسے لوگوں نے دین میں اضافہ کر کے رواج دیا ہے۔بعض لوگوں نے تو اس میں اور اضافہ کیا اور پانچوں نمازوں کے بعد ایسا کرنے لگے ہیں۔یہ

سب بدعات ہیں۔شریعت میں مصافحہ کا وقت مسلمان کا اپنے مسلمان بھائی سے ملنا ہے،نہ کہ پانچوں نمازوں کے بعد۔اس طرح کے سارے کام بدعت ہیں۔شریعت نے جس کام کو جیسے رکھا ہے،ہم ویسے ہی رکھیں گے۔اس کام سے روکا جائے اور ایسا کرنے والے کو ڈانٹا جائے،کیونکہ اس نے خلافِ سنت فعل کا ارتکاب کیا ہے۔''(المدخل : 223/2)

❀ علامہ ابن عابدین،شامی،حنفی(1198-1252ھ) لکھتے ہیں:

تُكْرَهُ الْمُصَافَحَةُ بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ بِكُلِّ حَالٍ، لِأَنَّ الصَّحَابَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مَّا صَافَحُوا بَعْدَ أَدَاءِ الصَّلَاةِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الرَّوَافِضِ.

''نماز ادا کرنے کے بعد مصافحہ کرنا بہر صورت مکروہ ہے،کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی نماز کی ادائیگی کے بعد مصافحہ نہیں کیا،نیز یہ رافضیوں کا طریقہ ہے۔''

(ردّ المحتار علی الدرّ المختار، المعروف بہ فتاویٰ شامی : 381/6)

❀ علامہ،عبد الحی لکھنوی،حنفی(1264-1304ھ)اس کے بدعت ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں:

قَدْ شَاعَ فِي عَصْرِنَا هٰذَا فِي أَكْثَرِ الْبِلَادِ، وَخُصُوصًا فِي بِلَادِ الدَّكَّنِ، الَّتِي هِيَ مَنْبَعُ الْبِدَعِ وَالْفِتَنِ، أَمْرَانِ يَنْبَغِي تَرْكُهُمَا؛ أَحَدُهُمَا أَنَّهُمْ لَا يُسَلِّمُونَ عِنْدَ دُخُولِ الْمَسْجِدِ، وَقْتَ صَلَاةِ الْفَجْرِ، بَلْ يَدْخُلُونَ وَيُصَلُّونَ السُّنَّةَ، ثُمَّ يُصَلُّونَ الْفَرْضَ، وَيُسَلِّمُونَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْهُ، وَمِنْ تَوَابِعِهٖ،

وَهٰذَا أَمْرٌ قَبِيحٌ، فَإِنَّ السَّلَامَ إِنَّمَا هُوَ سُنَّةٌ عِنْدَ الْمُلَاقَاةِ، كَمَا ثَبَتَ ذٰلِكَ فِي الْأَخْبَارِ، لَا فِي أَثْنَاءِ الْمُجَالَسَةِ، وَثَانِيهِمَا أَنَّهُمْ يُصَافِحُونَ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ، وَصَلَاةِ الْعِيدَيْنِ وَالْجُمُعَةِ، مَعَ أَنَّ مَشْرُوعِيَّةَ الْمُصَافَحَةِ أَيْضًا، إِنَّمَا هِيَ عِنْدَ أَوَّلِ الْمُلَاقَاةِ.

''ہمارے موجودہ زمانے میں اکثر علاقوں،خصوصاً دکن کے علاقوں، جو بدعتوں اور فتنوں کا گڑھ ہیں، میں دو کام رواج پا گئے ہیں،جن کو ترک کرنا ضروری ہے۔ایک تو یہ کہ لوگ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں داخل ہوتے ہوئے سلام نہیں کہتے، بلکہ داخل ہو کر سنتیں ادا کرتے ہیں، پھر فرض ادا کرنے اور اذکار کرنے کے بعد ایک دوسرے کو سلام کہتے ہیں۔ یہ ایک قبیح امر ہے، کیونکہ سلام کہنا تو ملاقات کے وقت سنت ہے،جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، نہ کہ مجلس کے دوران۔ دوسرے یہ کہ وہ نمازِ فجر وعصر،عیدین اور جمعہ کے بعد مصافحہ کرتے ہیں، حالانکہ مصافحہ بھی ملاقات کے شروع ہی میں سنت ہے۔''

(السعاية في الكشف عمّا في شرح الوقاية، ص: 264)

الحاصل:

نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا بدعت ہے،شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہیں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بدعات سے محفوظ فرمائے اور سنتِ رسول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔ آمین!
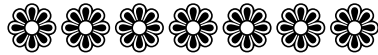
تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، جیسا کہ:

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ، حَتّٰى إِذَا كَانَتَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ كَبَّرَ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ رَفَعَهُمَا، حَتّٰى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، كَبَّرَ وَهُمَا كَذٰلِكَ، فَرَكَعَ، ثُمَّ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْفَعَ صُلْبَهٗ رَفَعَهُمَا، حَتّٰى يَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثُمَّ يَسْجُدُ، فَلَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي السُّجُودِ، وَرَفَعَهُمَا فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَّتَكْبِيرَةٍ كَبَّرَهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ، حَتّٰى تَنْقَضِيَ صَلَاتُهٗ.

''رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو دونوں ہاتھوں کو بلند فرماتے، حتی کہ جب وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، تو آپ ﷺ 'اللہ اکبر' کہتے۔ پھر جب رکوع کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے، حتی کہ وہ کندھوں کے برابر ہو جاتے، اسی حالت میں آپ 'اللہ اکبر' کہتے۔ پھر رکوع فرماتے۔ جب آپ رکوع سے اپنی کمر اٹھانے کا ارادہ فرماتے، تو دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے، پھر 'سمع اللہ لمن حمدہٗ' کہتے۔ پھر سجدہ کرتے، لیکن سجدے میں رفع الیدین نہیں فرماتے تھے، البتہ ہر رکوع اور رکوع سے پہلے ہر

تکبیر پر رفع الیدین فرماتے تھے،حتی کہ اسی طرح آپ کی نماز مکمل ہو جاتی۔''

(سنن أبي داوٗد : 722، المنتقٰی لابن الجارود : 178، والسیاق لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رکوع سے پہلے کہی جانے والی ہر تکبیر پر رسولِ اکرم ﷺ رفع الیدین فرماتے تھے۔تکبیراتِ عیدین بھی چونکہ رکوع سے پہلے ہوتی ہیں، لہٰذا ان میں رفع الیدین کرنا سنتِ نبوی سے ثابت ہے۔

ائمہ حدیث نے بھی اس حدیث کو تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین پر دلیل بنایا ہے۔

امام شافعي رحمہ اللہ :

امام،ابوعبداللہ،محمد بن ادریس،شافعی رحمہ اللہ (150-204ھ)فرماتے ہیں :

وَيَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ عَلٰى جَنَازَةٍ خَبَرًا، وَقِيَاسًا عَلٰى أَنَّهٗ تَكْبِيرٌ وَّهُوَ قَائِمٌ، وَفِي كُلِّ تَكْبِيرِ الْعِيدَيْنِ .

''نمازِ جنازہ اور عیدین کی ہر تکبیر پر رفع الیدین کیا جائے گا،حدیثِ نبوی کی بنا پر بھی اور یہ قیاس کرتے ہوئے بھی کہ قیام کی تکبیر پر رفع الیدین کیا جاتا ہے۔''

(الأمّ : 127/1)

امام ابن منذر رحمہ اللہ :

امام،ابوبکر،محمد بن ابراہیم،ابن منذر،نیشاپوری رحمہ اللہ (242-319ھ)فرماتے ہیں :

وَلِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَيَّنَ رَفْعَ الْيَدَيْنِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ يُّكَبِّرُهَا الْمَرْءُ وَهُوَ قَائِمٌ، وَكَانَتْ تَّكْبِيرَاتُ الْعِيدَيْنِ وَالْجَنَائِزِ فِي مَوْضِعِ الْقِيَامِ، ثَبَتَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ فِيهَا ......

''اس لیے بھی کہ نبی اکرم ﷺ نے قیام میں ہر تکبیر پر رفع الیدین بیان فرمایا ہے

اور عیدین و جنازہ کی تکبیرات بھی قیام ہی میں ہیں، لہٰذا ان تکبیرات میں رفع الیدین ثابت ہو گیا۔'' (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف : 428/5)

نیز فرماتے ہیں:

سَنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّرْفَعَ الْمُصَلِّي يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، وَإِذَا رَكَعَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوعِ، وَكُلُّ ذٰلِكَ تَكْبِيرٌ فِي حَالِ الْقِيَامِ، فَكُلُّ مَنْ كَبَّرَ فِي حَالِ الْقِيَامِ رَفَعَ يَدَيْهِ اسْتِدْلَالًا بِالسُّنَّةِ.

''رسول اللہ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت، رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو سنت بنایا ہے۔ یہ ساری صورتیں قیام کی حالت میں تکبیر کی ہیں۔ لہٰذا جو بھی شخص قیام کی حالت میں تکبیر کہے گا، وہ اسی سنت سے استدلال کرتے ہوئے رفع الیدین کرے گا۔''

(الأوسط : 282/4)

امام بیہقی رحمہ اللہ :

امام، ابوبکر، احمد بن حسین، بیہقی رحمہ اللہ (384-458ھ) نے مذکورہ بالا حدیث پر یوں باب قائم فرمایا ہے: بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي تَكْبِيرِ الْعِيدِ.

''عید کی تکبیرات میں رفع الیدین کا بیان۔'' (السنن الکبریٰ : 411/3)

امام اوزاعی رحمہ اللہ :

امام عبد الرحمٰن بن عمرو، اوزاعی رحمہ اللہ (م : 157ھ) سے تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ، اِرْفَعْ يَدَيْكَ مَعَ كُلِّهِنَّ .

''ہاں، تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کرو۔''

(أحكام العيدين للفريابي : 136، وسندهٗ صحيحٌ)

امام مالک رحمہ اللہ :

امام مالک بن انس رحمہ اللہ (93-179ھ) سے پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا:

نَعَمْ، اِرْفَعْ يَدَيْكَ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرَةٍ، وَلَمْ أَسْمَعْ فِيهِ شَيْئًا .

''ہاں، ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرو، میں نے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں سنا۔''(أحكام العيدين للفريابي : 137، وسندهٗ صحيحٌ)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ :

امام اہل سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ (164-241ھ) فرماتے ہیں:

يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي كُلِّ تَكْبِيرَةٍ . ''ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرے گا۔''

(مسائل الإمام أحمد برواية أبي داوٗد : 87)

امام اسحاق بن راھویہ رحمہ اللہ :

امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (161-238ھ) کا بھی یہی مذہب ہے۔

(مسائل الإمام أحمد وإسحاق : 4054/8، م : 2890)

احناف کا موقف :

احناف مقلدین بھی عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع الیدین کے قائل ہیں، لیکن ان کی دلیل امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک قول ہے، جو کہ ان سے ثابت نہیں۔ وہ قول یوں ہے:

تُرْفَعُ الْأَيْدِي فِي سَبْعِ مَوَاطِنَ؛ فِي افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ، وَفِي التَّكْبِيرَاتِ لِلْقُنُوتِ فِي الْوِتْرِ، وَفِي الْعِيدَيْنِ -----.

''سات مواقع پر رفع الیدین کیا جائے گا؛ نماز کے شروع میں، وتروں میں قنوت کی تکبیرات میں، عیدین میں۔۔۔''(شرح معاني الآثار للطحاوي : 178/2)

یہ قول سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی شعیب بن سلیمان بن سلیم کیسانی کی توثیق نہیں مل سکی۔

② قاضی ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

اس کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تَرَكُوهُ.

''محدثین کرام نے اسے چھوڑ دیا تھا۔''(التاريخ الكبير : 397/8، ت : 3463)

③ اس کے راوی نعمان بن ثابت بھی باتفاقِ محدثین 'ضعیف'' ہیں۔

معلوم ہوا کہ احناف کے پاس تکبیراتِ عیدین میں رفع الیدین کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں۔اگر وہ حدیث پر عمل کریں، تو رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت کا رفع الیدین بھی ان کے گلے پڑ جائے گا، جس سے وہ بھاگتے ہیں، کیونکہ حدیث میں تو قاعدہ وکلیہ بیان ہوا ہے کہ رکوع سے پہلے کہی گئی ہر تکبیر پر رفع الیدین کرنا سنتِ نبوی ہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حدیث کے ایک ایک جزو پر اہل حدیث کا عمل ہے۔والحمد للہ!

اس کے برعکس احناف ایک طرف تو رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت کے رفع الیدین کے تارک ہیں، تو دوسری طرف عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع الیدین کے قائل ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نمازِ جنازہ کی تکبیرات میں رفع الیدین کے قائل نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام عبادات میں سنتِ رسول کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

❁❁❁❁❁❁

عورتوں کے لیے قبرستان کی زیارت جائز ہے یا نہیں،اس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے،لیکن راجح موقف کے مطابق عورت کے لیے زیارتِ قبور بالکل جائز ہے۔دراصل پہلے عورتوں کو قبرستان میں جانے سے منع کیا گیا تھا،لیکن یہ ممانعت منسوخ ہوگئی اور عورتوں کو قبرستان جانے کی اجازت دے دی گئی۔

پہلے ممانعت والی حدیث ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کی منسوخی کے دلائل۔

ممانعت والی حدیث :

فقیہِ امت،سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُورِ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی۔''

(مسند الإمام أحمد : 337/2، 356، سنن الترمذي : 1056، وقال : حسنٌ صحيحٌ، سنن ابن ماجه : 1576، صحيح ابن حبّان : 3178، وسندهٗ حسنٌ)

یہ ممانعت منسوخ ہے :

قبروں کی زیارت سے مردوں اور عورتوں سب کو منع کیا گیا تھا،لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ کر کے سب کو اجازت دے دی گئی۔یہ حدیث اس دور کی ہے،جب قبروں کی زیارت منع تھی۔

امام حاکم رحمہ اللہ اس اور اس جیسی دیگر احادیث کے بارے میں فرماتے ہیں :

وَهٰذِهِ الْأَحَادِيثُ الْمَرْوِيَّةُ فِي النَّهْيِ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ مَنْسُوخَةٌ .

''زیارتِ قبور سے ممانعت کے بارے میں مروی یہ احادیث منسوخ ہیں۔''

(المستدرك على الصحيحين : 1385)

امام حاکم رحمہ اللہ کی یہ بات بالکل درست ہے، درج ذیل دلائل بھی اسی موقف کی تائید کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ① :

عبداللہ بن ابو مُلیکہ تابعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

إِنَّ عَائِشَةَ أَقْبَلَتْ ذَاتَ يَوْمٍ مِّنَ الْمَقَابِرِ، فَقُلْتُ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ! مِنْ أَيْنَ أَقْبَلْتِ؟ قَالَتْ : مِنْ قَبْرِ أَخِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ، فَقُلْتُ لَهَا : أَلَيْسَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ؟ قَالَتْ : نَعَمْ، كَانَ قَدْ نَهٰى، ثُمَّ أَمَرَ بِزِيَارَتِهَا .

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان کی جانب سے آئیں، تو میں نے ان سے دریافت کیا : مؤمنوں کی ماں! آپ کہاں سے آئی ہیں؟ انہوں نے فرمایا : اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قبر سے۔ میں نے عرض کیا : کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت سے منع نہیں فرمایا تھا؟ سیدہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں : جی منع تو فرمایا تھا، لیکن بعد میں قبروں کی زیارت کا حکم فرما دیا تھا۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 376/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 78/3، التمهيد لما في المؤطّأ من المعاني والأسانيد : 233/3، وسندهٗ صحيحٌ)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔(تلخیص المستدرك :376/1)

حافظ عراقی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''جید'' کہا ہے۔(تخریج أحادیث الإحیاء : 2608/6)

حافظ بوصیری لکھتے ہیں : هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، رِجَالُهُ ثِقَاتٌ .

''یہ سند صحیح اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔''(مصباح الزجاجة : 568)

سنن ابن ماجہ (1570) کے الفاظ یوں ہیں :

رَخَّصَ فِي زِيَارَةِ الْقُبُورِ .

''پھر آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت دے دی۔''

دلیل نمبر ② :

سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ، فَزُورُوهَا» .

''میں تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا،لیکن اب تم قبرستان چلے جایا کرو۔''(صحیح مسلم : 977)

یہ حدیثِ پاک عام ہے،جس میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں۔مذکورہ بالا حدیث بھی یہی بتاتی ہے۔

دلیل نمبر ③ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«فَزُورُ الْقُبُورَ، فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ» .

''تم قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ موت کی یاد دلاتی ہیں۔''

(صحیح مسلم : 976)

یہ حدیث بھی عام ہے، کیونکہ موت کی یاد مرد وعورت دونوں کی ضرورت ہے۔

دلیل نمبر ④ :

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: جب میں قبرستان جاؤں، تو کیا دُعا کروں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبرستان کی زیارت کے وقت یہ دُعا کیجیے:

«السَّلَامُ عَلٰى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ، وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ، وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ».

''ان گھروں والے مؤمنوں اور مسلمانوں پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں سب پر رحم فرمائے۔ ہم بھی اللہ نے چاہا تو تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔'' (صحيح مسلم :314/1، ح : 103/974)

اس حدیث سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ عورت قبرستان جا سکتی ہے، ورنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بتاتے کہ عورت کا قبرستان میں جانا ہی جائز نہیں، تو وہ دُعا کیا کرے گی؟

دلیل نمبر ⑤ :

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی عورت کے پاس سے ہوا، جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

«اِتَّقِي اللّٰهَ، وَاصْبِرِي». ''اللہ سے ڈر جایئے اور صبر کیجیے۔''

نیز فرمایا: «إِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى».

''کامل صبر وہی ہے، جو مصیبت و پریشانی کے شروع سے کیا جائے۔''

(صحيح البخاري :171/1، ح : 1283، صحيح مسلم : 926)

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بَابُ زِیَارَۃِ الْقُبُورِ (قبروں کی زیارت کا بیان) میں بیان کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ عورت قبرستان جا سکتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور صبر کرنے کا حکم تو دیا،لیکن قبرستان میں آنے سے منع نہیں فرمایا۔عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پیاروں کی قبروں پر جا کر ان کے لیے دُعا کریں، موت کو یاد کریں اور آخرت کی فکر کو تازہ کریں،وہاں بے صبری کا مظاہرہ ہرگز نہ کریں۔

دلیل نمبر ⑥ :

ام المومنین،سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد الرحمٰن بن ابو بکر رضی اللہ عنہما فوت ہو گئے، جب ان کی میت مکہ مکرمہ میں لائی گئی،تو سیدہ رضی اللہ عنہا سفر پر تھیں۔جب مکہ پہنچیں،تو فرمایا: مجھے ان کی قبر دکھاؤ۔لوگوں نے قبر دکھائی،تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان کے لیے دُعا فرمائی۔

(مصنّف ابن أبي شيبة : 360/3، وسندہٗ صحيحٌ)

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا قبرستان میں جانا جائز ہے۔شروع میں مردوں اور عورتوں دونوں کو قبرستان میں جانے سے منع فرمایا گیا تھا،لیکن بعد میں دونوں کے لیے جائز کر دیا گیا۔

تنبیہ ① :

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت قبرستان جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔(مسند الإمام أحمد : 442/3، سنن ابن ماجه : 1574، المعجم الكبير للطبراني :3591)

لیکن اس کی سند امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔(مسند الإمام أحمد :229/1، سنن أبي داوٗد : 3236، سنن الترمذي : 320، سنن النسائي : 2043)

اس کی سند بھی ''ضعیف'' ہے، کیونکہ ابو صالح باذام کے بارے میں حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَالَ الْأَكْثَرُونَ : لَا يُحْتَجُّ بِهٖ .

''اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ حدیث کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔''

(خلاصة الأحكام : 1044/2)

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالْجُمْهُورُ عَلٰى أَنَّ أَبَا صَالِحٍ، هُوَ مَوْلٰى أُمِّ هَانِئٍ، وَهُوَ ضَعِيفٌ .

''جمہور محدثین کے نزدیک ابو صالح، امِ ہانی کا غلام ہے اور یہ ضعیف راوی ہے۔''(التلخيص الحبير : 137/2، ح : 798)

تنبیہ ② :

سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے منسوب ایک روایت کا مفہوم یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ وہ گھر سے باہر کیوں گئیں تھیں؟ انہوں نے عرض کیا: میت کے گھر والوں سے تعزیت کے لیے گئی تھی۔ فرمایا: شاید آپ ان کے ساتھ قبرستان بھی گئیں تھیں؟ عرض کیا: اللہ کی پناہ کہ میں قبرستان میں جاؤں۔ میں نے تو اس بارے میں آپ سے سن بھی رکھا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَوْ بَلَغْتِهَا مَعَهُمْ؛ مَا رَأَيْتِ الْجَنَّةَ، حَتّٰى يَرَاهَا جَدُّ أَبِيكَ» .

''اگر آپ ان لوگوں کے ساتھ قبرستان چلی جاتیں، تو اس وقت تک جنت کو نہ دیکھ پاتیں، جب تک آپ کے پردادا اسے نہ دیکھ لیتے۔''

(مسند الإمام أحمد : 168/2، 223، سنن أبي داوٗد : 3123، سنن النسائي : 1881، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 373/1)

اس حدیث کو امام ابن حبان رحمہ اللہ (3177) نے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ اسے بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ .

''یہ حدیث امام بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔''

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت بھی کی ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ (4/357-359) اور حافظ بوصیری (اتحاف الخیرۃ المہرۃ:508/2) نے اس کی سند کو ''حسن'' اور حافظ ابن قطان فاسی رحمہ اللہ (بیان الوہم والایہام :618/5، ح:2837) نے اس حدیث کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

اگرچہ اس کا راوی ربیعہ بن سیف معافری جمہور محدثین کرام کے نزدیک ''موثق، حسن الحدیث'' ہے، لیکن اس کی بیان کردہ یہ روایت ''منکر'' ہے۔

امام بخاری (التاریخ الکبیر :290/3) اور امام ابن یونس (میزان الاعتدال للذہبی : 43/2) رحمہما اللہ فرماتے ہیں: عِنْدَهٗ مَنَاكِيرُ .

''اس نے کئی منکر روایات بیان کی ہیں۔''

امام بخاری رحمہ اللہ یہ بھی فرماتے ہیں: رَوٰى أَحَادِيثَ لَا يُتَابَعُ عَلَيْهِ .

''اس نے کئی منکر روایات بیان کی ہوئی ہیں۔''(التاريخ الأوسط : 1464)

نیز اسے ''منکر الحدیث'' بھی قرار دیا ہے۔(أيضًا :1491)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: كَانَ يُخْطِئُ كَثِيرًا .

''یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔''(الثقات : 301/6)

علامہ، ابو محمد، عبد الحق، اشبیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحَدِيثِ، عِنْدَهٗ مَنَاكِيرُ .

''اس کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہے اور اس نے منکر روایات بیان کی ہیں۔''

(الأحکام الوسطی : 152/2)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں : صَدُوقٌ، لَهٗ مَنَاكِيرُ .

''یہ ہے تو سچا، لیکن اس نے کئی منکر روایات بھی بیان کی ہیں۔''

(تقریب التہذیب : 1906)

لہٰذا یہ روایت ''منکر'' ہے، جو کہ ''ضعیف'' ہی ہوتی ہے۔

اگر اسے ''صحیح'' تسلیم کر بھی لیا جائے، تو مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ منسوخ ہے۔

تنبیه ③ :

ایک روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر آئیں اور کچھ اشعار پڑھ کر کہا:

وَاللّٰهِ ! لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ إِلَّا حَيْثُ مُتَّ، وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ .

''اللہ کی قسم! اگر میں آپ کی تدفین کے وقت موجود ہوتی، تو آپ کو وہیں دفن کیا جاتا، جہاں آپ فوت ہوئے تھے اور اگر میں موجود ہوتی، تو آپ کو نہ دیکھتی۔'' (سنن الترمذي : 1055)

اس روایت کی سند ابن جریج رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔

مصنف عبد الرزاق (517/3) اور الاوسط لابن المنذر (464/5) میں اگرچہ سماع کی تصریح ہے، لیکن اس سند میں امام عبد الرزاق رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' موجود ہے۔ مزید یہ کہ اس سند میں مذکورہ الفاظ بھی موجود نہیں۔

فقه حنفي اور عورت کے لیے قبرستان کي زيارت :

علامہ سرخسی حنفی (م: 483ھ) لکھتے ہیں:

وَالْأَصَحُّ عِنْدَنَا أَنَّ الرُّخْصَةَ ثَابِتَةٌ فِي حَقِّ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ جَمِيعًا .

''ہمارے نزدیک راجح بات یہی ہے کہ قبرستان جانے کی رخصت مردوں اور عورتوں، دونوں کے لیے ثابت ہے۔''(المبسوط : 10/24)

حنفی مذہب کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:

لَا بَأْسَ بِزِيَارَةِ الْقُبُورِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، وَظَاهِرُ قَوْلِ مُحَمَّدٍ رَّحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی يَقْتَضِي الْجَوَازَ لِلنِّسَاءِ أَيْضًا، لِأَنَّهٗ لَمْ يَخُصَّ الرِّجَالَ .

''قبروں کی زیارت میں کوئی حرج نہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہی قول ہے، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ کے قول کے ظاہری الفاظ یہ تقاضا کرتے ہیں کہ عورتوں کے لیے بھی قبرستان جانا جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو خاص طور پر اجازت نہیں دی۔''(الفتاوی الهندية المعروف بہ فتاویٰ عالمگیری: 350/5)

الحاصل :

عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے،اس میں کوئی قباحت نہیں۔ممانعت والی احادیث منسوخ ہیں اور یہ ممانعت مردوں اور عورتوں، دونوں کے لیے تھی،جو بعد میں ختم کر دی گئی۔البتہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق عورت کو قبرستان جا کر صبر سے کام لینا چاہیے اور قبرستان کی زیارت کا مقصد صرف موت اور آخرت کی یاد ہونا چاہیے۔

اگر کوئی مسلمان دینِ اسلام سے منحرف ہو جائے، تو اسے مرتد کہا جاتا ہے۔اس کی سزا شریعتِ اسلامیہ میں یہ ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے۔

دلیل نمبر ① :

عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ کا بیان ہے:

أُتِيَ عَلِيٌّ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِزَنَادِقَةٍ، فَأَحْرَقَهُمْ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحْرِقْهُمْ، لِنَهْيِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللّٰهِ»، وَلَقَتَلْتُهُمْ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ» .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مرتد لائے گئے، آپ نے انہیں آگ میں جلا دیا۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب اس بات کا علم ہوا، تو انہوں نے فرمایا: اگر میں ہوتا، تو انہیں آگ میں نہ جلاتا، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم اللہ کا عذاب کسی کو نہ دو۔میں انہیں قتل کر دیتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: جو شخص اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو۔''(صحيح البخاري : 6922)

حنفی مقلدین نے اس عمومی حکم سے بلا جواز عورت کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ مرد مرتد ہو جائے، تو اس کو قتل کیا جائے گا، لیکن عورت مرتد ہو، تو اسے قتل نہیں کیا جائے

گا، بلکہ اسے قید کر دیا جائے گا۔احناف کا یہ مذہب مذکورہ بالا فرمانِ نبوی کے خلاف ہے، جیسا کہ:

❁ شارحِ صحیح بخاری،علامہ،ابوالحسن،علی بن خلف بن عبدالملک،ابن بطال رحمہ اللہ (م:449ھ)مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَلَفْظُ [مَنْ] يَصْلُحُ لِلذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى، فَهُوَ عُمُومٌ يَّدْخُلُ فِيهِ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ، لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَخُصَّ امْرَأَةً مِّنْ رَّجُلٍ، قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ : وَإِذَا كَانَ الْكُفْرُ مِنْ أَعْظَمِ الذُّنُوبِ وَأَجَلِّ جُرْمٍ اجْتَرَمَهُ الْمُسْلِمُونَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، وَلِلّٰهِ أَحْكَامٌ فِي كِتَابِهٖ، وَحُدُودٌ دُونَ الْكُفْرِ أَلْزَمَهَا عِبَادَهٗ، مِنْهَا الزِّنَا، وَالسَّرِقَةُ، وَشُرْبُ الْخَمْرِ، وَحَدُّ الْقَذْفِ، وَالْقِصَاصُ، وَكَانَتِ الْأَحْكَامُ وَالْحُدُودُ الَّتِي هِيَ دُونَ الِارْتِدَادِ لَازِمَةً لِّلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ، مَعَ عُمُومِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ»، فَكَيْفَ يَجُوزُ أَنْ يُّفَرِّقَ أَحَدٌ بَيْنَ أَعْظَمِ الذُّنُوبِ فَيَطْرَحَهٗ عَنِ النِّسَاءِ وَيُلْزِمَهُنَّ مَا دُونَ ذٰلِكَ؟ هٰذَا غَلَطٌ بَيِّنٌ .

''لفظِ[مَنْ]مرد وعورت دونوں کے لیے مستعمل ہے۔اس عموم میں مرد وعورت دونوں شامل ہیں، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے مردوں کو خاص کر کے عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا۔امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں :کفر مسلمان مردوں اور عورتوں کی طرف سے کیا جانے والا سب سے بڑا گناہ اور سب سے عظیم جرم ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت سے احکام اور کفر سے کم

جرائم پر حدود مذکور ہیں، مثلاً زنا، چوری، شراب نوشی، قذف کی حد اور قصاص، یہ سب احکام و حدود جو کہ ارتداد سے کم درجہ کے ہیں، یہ مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے لازم ہیں (پھر ارتداد میں عورت مستثنیٰ کیسے ہو گئی؟)۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم بھی عام ہے کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔ اس صورتِ حال میں کسی کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اس سب سے بڑے گناہ میں مردوں اور عورتوں کی سزا میں فرق کرے اور اس سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دے، جبکہ دیگر چھوٹے گناہوں میں اس پر سزا لازم کر دے؟ یہ واضح غلطی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 573/8، 574)

❁ شارحِ صحیح بخاری، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (771-852ھ) فرماتے ہیں:

وَاسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰی قَتْلِ الْمُرْتَدَّةِ كَالْمُرْتَدِّ، وَخَصَّهُ الْحَنَفِيَّةُ بِالذَّكَرِ، وَتَمَسَّكُوا بِحَدِيثِ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ، وَحَمَلَ الْجُمْهُورُ النَّهْيَ عَلَى الْكَافِرَةِ الْأَصْلِيَّةِ إِذَا لَمْ تُبَاشِرِ الْقِتَالَ وَلَا الْقَتْلَ، لِقَوْلِهٖ فِي بَعْضِ طُرُقِ حَدِيثِ النَّهْيِ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ، لَمَّا رَأَى الْمَرْأَةَ مَقْتُولَةً : «مَا كَانَتْ هٰذِهٖ لِتُقَاتِلَ»، ثُمَّ نَهٰى عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ .

''اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ مرتد مرد کی طرح مرتد عورت کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ احناف نے اس حدیث کو مرد کے ساتھ خاص کیا ہے اور عورتوں کو قتل کرنے سے ممانعت والی حدیث کو اپنی دلیل بنانے کی کوشش کی ہے، جبکہ جمہور فقہاءِ کرام نے اس ممانعت کو اس عورت پر محمول کیا ہے، جو اصلاً کافر ہو اور اس نے جنگ میں قتل و قتال میں حصہ نہ لیا ہو، کیونکہ

اس حدیث کی بعض سندوں میں یہ الفاظ بھی آتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے ایک مقتولہ عورت کو دیکھا، تو فرمایا: یہ تو لڑائی نہیں کر سکتی تھی، (پھر اسے کیوں قتل کیا گیا؟)، اس کے بعد آپ ﷺ نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔''

(فتح الباري في شرح صحيح البخاري: 272/12)

دلیل نمبر ② :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ، يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنِّي رَسُولُ اللّٰهِ، إِلَّا بِإِحْدٰى ثَلَاثٍ؛ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ، وَالثَّيِّبُ الزَّانِي، وَالْمَارِقُ مِنَ الدِّينِ؛ التَّارِكُ لِلْجَمَاعَةِ».

''جو مسلمان توحید و رسالت کی گواہی دے، اس کا خون صرف تین صورتوں میں حلال ہوتا ہے؛ نفس کے بدلے نفس (قتل کے بدلے قتل)، شادی شدہ زانی اور دین سے نکل جانے والا اور مسلمانوں کی جماعت چھوڑ جانے والا۔''

(صحيح البخاري: 6878، صحيح مسلم: 1676)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

«أَوِ ارْتَدَّ بَعْدَ إِسْلَامِهٖ، فَعَلَيْهِ الْقَتْلُ».

''یا وہ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو جائے، تو اس کی سزا قتل ہے۔''

(مسند الإمام أحمد: 163/1، سنن النسائي: 4057، وسندهٗ حسنٌ)

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مرتد مرد ہو یا عورت، اس کی سزا قتل ہی ہے۔

اهل علم كي رائے :

امام حماد بن ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تُقْتَلُ.

''مرتد ہونے والی عورت کو قتل کر دیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 277/12، وسندهٗ صحيح))

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تُقْتَلُ الْمُرْتَدَّةُ .

''مرتد ہونے والی عورت کو قتل کر دیا جائے۔''

(سنن الدارقطني : 113/3، وسندهٗ صحيحٌ)

امام اوزاعی، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(سنن الترمذي، تحت الحديث : 1458)

علامہ سرخسی حنفی، امام شافعی رحمہ اللہ کا استدلال یوں ذکر کرتے ہیں:

وَاسْتَدَلَّ الشَّافِعِيُّ بِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : «مَنْ بَدَّلَ دِينَهٗ فَاقْتُلُوهُ»، وَهٰذِهِ الْكَلِمَةُ تَعُمُّ الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة 2 : 185)، وَتَبَيَّنَ أَنَّ الْمُوجِبَ لِلْقَتْلِ تَبْدِيلُ الدِّينِ؛ لِأَنَّ مِثْلَ هٰذَا فِي لِسَانِ صَاحِبِ الشَّرْعِ لِبَيَانِ الْعِلَّةِ، وَقَدْ تَحَقَّقَ تَبْدِيلُ الدِّينِ مِنْهَا .

''امام شافعی رحمہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دلیل لی ہے کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔ یہ کلمہ عام ہے جو مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل ہے، بالکل ایسے ہی جیسے یہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے : ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ (البقرة 2 : 185) (جو بھی اس مہینے میں موجود ہو، وہ اس کے روزے رکھے)۔ مذکورہ فرمانِ نبوی سے یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ قتل کرنے کا سبب دین کی تبدیلی ہے، کیونکہ اس طرح کے الفاظ شارع کی

زبان میں علت ہی کو بیان کرنے کے لیے آتے ہیں اور مرتدہ کے دین کی تبدیلی ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔''(المبسوط : 10/108، 109)

علامہ سہیلی رحمہ اللہ (م:581ھ) کہتے ہیں :

وَأَمَّا حَدِيثُ الْمَرْأَةِ الْمَقْتُولَةِ مِنْ بَنِي قُرَيْظَةَ؛ فَفِيهَا دَلِيلٌ لِّمَنْ قَالَ بِقَتْلِ الْمُرْتَدَّةِ مِنَ النِّسَاءِ، أَخْذًا بِعُمُومِ قَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ : «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَهُ»، وَفِي هٰذَا الْحَدِيثِ مَعَ الْعُمُومِ قُوَّةٌ أُخْرٰى، وَهُوَ تَعْلِيقُ الْحُكْمِ بِالْعِلَّةِ، وَهُوَ التَّبْدِيلُ وَالرِّدَّةُ، وَلَا حُجَّةَ مَعَ هٰذَا لِمَنْ زَعَمَ مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ بِأَنْ لَّا تُقْتَلَ الْمَرْأَةُ، لِنَهْيِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَتْلِ النِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ .

''رہی بنوقریظہ کی مقتولہ والی حدیث، تو اس میں ان لوگوں کے لیے دلیل ہے، جو مرتد عورت کے قتل کے قائل ہیں۔ یہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمومی فرمان کو دلیل بناتے ہیں کہ جو بھی اپنا دین بدلے، اسے قتل کر دو۔اس حدیث میں ایک اور تائید ہے، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کے حکم کو دین کی تبدیلی اور ارتداد کی علت سے معلق فرمایا ہے۔اہل عراق، جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع فرمایا، لہٰذا مرتد عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، ان کے پاس اپنے موقف کی کوئی دلیل نہیں۔''(الروض الأنف : 2/236، 237)

دلائل احناف :

احناف مرتد عورت کو سزائے ارتداد 'قتل' سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے جو مزعومہ دلائل پیش کرتے ہیں، ان کا حال ملاحظہ فرمائیں :

روایت نمبر ① :

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَا تُقْتَلُ الْمَرْأَةُ إِذَا ارْتَدَّتْ» .

''عورت مرتد ہو جائے، تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔''(سنن الدارقطني : 117/3)

تبصرہ :

یہ جھوٹی روایت ہے۔امام دارقطنی رحمہ اللہ اسے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عِيسٰى هٰذَا كَذَّابٌ، يَضَعُ الْحَدِيثَ عَلٰى عَفَّانَ وَغَيْرِهٖ، وَهٰذَا لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''اس کا راوی عبد اللہ بن عیسیٰ سخت جھوٹا آدمی ہے، یہ عفان وغیرہ کی طرف منسوب کر کے خودساختہ روایات بیان کرتا ہے۔یہ حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔''

روایت نمبر ② :

(ا) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف یہ قول منسوب ہے:

تُجْبَرُ، وَلَا تُقْتَلُ .

''اسے توبہ کرنے پر مجبور کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔''(سنن الدارقطني : 118/3)

تبصرہ :

اس کی سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے، کیونکہ:

① اس کے راوی ابو یوسف، محمد بن بکر، عطار، فقیہ کے بارے میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَا يُدْرٰى مَنْ ذَا .   ''معلوم نہیں یہ کون ہے۔''

(میزان الاعتدال : 492/3)

② امام عبد الرزاق اور امام سفیان ثوری دونوں ''مدلس'' ہیں اور انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

③ نعمان بن ثابت کوفی باتفاقِ محدثین روایتِ حدیث میں ''ضعیف'' ہیں۔

(ب) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ بھی منسوب ہیں :

تُحْبَسُ ، وَلَا تُقْتَلُ .   ''اسے قید کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔''

(سنن الدارقطني : 117/3)

تبصرہ :

اس کی سند میں ابو مالک نخعی (عبد الملک بن حسین) راوی ''متروک'' ہے۔

(تقريب التهذيب لابن حجر : ----)

(ج) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول بھی منسوب ہے :

لَا يُقْتَلْنَ النِّسَاءُ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ .

''عورتیں جب اسلام سے مرتد ہو جائیں، تو انہیں قتل نہ کیا جائے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 139/10، سنن الدارقطني : 201/3، السنن الكبرٰى للبيهقي : 203/8)

اس میں امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ''تدلیس'' ہے، لہٰذا ''ضعیف'' ہے۔

(دیکھیں : مصنّف عبد الرزّاق : 18731)

ابو عاصم ضحاک بن مخلد کہتے ہیں :

نَرٰى أَنَّ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ إِنَّمَا دَلَّسَهٗ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ .

''ہمارے خیال میں سفیان ثوری نے اس حدیث کو امام ابو حنیفہ کا واسطہ حذف

کر کے بیان کیا ہے۔‘‘(سنن الدارقطني : 201/3، وسندهٗ صحيحٌ)

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں :

سَأَلْتُ سُفْيَانَ عَنْ حَدِيثِ عَاصِمٍ فِي الْمُرْتَدَّةِ، فَقَالَ : أَمَّا مِنْ ثِقَةٍ؛ فَلَا .

’’میں نے امام سفیان سے عاصم کی مرتد عورت والی حدیث کے بارے میں پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: یہ کسی ثقہ راوی سے مروی نہیں۔‘‘

(السنن الكبرٰى للبيهقي : 203/8، وسندهٗ صحيحٌ)

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس روایت میں ’’تدلیس‘‘ کی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

فَخَالَفَنَا بَعْضُ النَّاسِ فِي الْمُرْتَدَّةِ، وَكَانَتْ حُجَّتُهٗ شَيْئًا رَّوَاهُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي رَزِينٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْمَرْأَةِ تَرْتَدُّ عَنِ الْإِسْلَامِ، تُحْبَسُ وَلَا تُقْتَلُ، فَكَلَّمَنِي بَعْضُ مَنْ يَّذْهَبُ هٰذَا الْمَذْهَبَ، وَبِحَضْرَتِنَا جَمَاعَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ، فَسَأَلْنَاهُمْ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ، فَمَا عَلِمْتُ مِنْهُمْ وَاحِدًا سَكَتَ أَنْ قَالَ : هٰذَا خَطَأٌ، وَالَّذِي رَوٰى هٰذَا لَيْسَ مِمَّنْ يُّثْبِتُ أَهْلُ الْحَدِيثِ حَدِيثَهٗ .

’’بعض لوگوں نے مرتد عورت کی سزا کے بارے میں ہماری مخالفت کی ہے۔ ان کی دلیل وہ کچھ ہے، جو عاصم نے ابورزین کے واسطے سے ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے بیان کیا ہے کہ مرتد عورت کو قید کیا جائے، قتل نہ کیا جائے۔ میرے ساتھ اس مذہب کے ماننے والے ایک شخص نے بات کی اور اس وقت ہمارے پاس محدثین کی ایک جماعت موجود تھی۔ہم نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا،تو میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اسے غلط کہنے سے خاموش رہا ہو۔جس راوی نے یہ حدیث بیان کی ہے،اس کی حدیث کو محدثین کرام صحیح قرار نہیں دیتے۔''

(الأمّ : 167/6، 168، السنن الکبریٰ للبیہقي : 204/8)

روایت نمبر ③ :

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ امْرَأَةً ارْتَدَّتْ عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَقْتُلْهَا .

''ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مرتد ہوئی،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قتل نہیں کیا۔''(الکامل في ضعفاء الرجال لابن عدي : 383/2، 346/6)

تبصرہ :

اس کی سند سخت ''ضعیف'' ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اسے ''منکر'' قرار دیا ہے۔(الکامل : 346/6)

اس کا راوی حفص بن سلیمان،ابوعمر قاری ''متروک الحدیث'' ہے۔

(تقریب التہذیب لابن حجر : 1405)

روایت نمبر ④ :

امام حسن بصری تابعی رحمہ اللہ سے منسوب روایت ہے:

لَا تَقْتُلُوا النِّسَاءَ إِذَا هُنَّ ارْتَدَدْنَ عَنِ الْإِسْلَامِ، وَلَكِنْ يُدْعَيْنَ إِلَى الْإِسْلَامِ، فَإِنْ هُنَّ أَبَيْنَ سُبِينَ، فَيُجْعَلْنَ إِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ، وَلَا يُقْتَلْنَ .

''عورتیں جب اسلام سے مرتد ہو جائیں،تو انہیں قتل نہ کیا جائے، بلکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے،اگر وہ انکار کریں،تو انہیں قید کر کے مسلمانوں کی لونڈیاں بنا دیا جائے،لیکن قتل نہ کیا جائے۔''(مصنّف ابن أبي شيبة : 140/10)

تبصره :

اس قول کی سند''ضعیف'' ہے،کیونکہ اس کا راوی اشعث بن سوار جمہور محدثین کرام کے نزدیک''ضعیف'' ہے۔

یہ ہیں وہ شبہات جن کی بنا پر بعض لوگوں نے صحیح احادیث کی من مانی تاویل اور ان کی صریح مخالفت کی ہے۔

الحاصل :

صحیح احادیثِ نبویہ کا یہی تقاضا ہے کہ مرتد مرد ہو یا عورت،اسے قتل ہی کیا جائے۔ اس حوالے سے مرد وعورت کا کوئی فرق قطعاً ثابت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دینِ قویم کی حفاظت کے لیے اپنے مخصوص بندوں کا انتخاب فرمایا، جنہیں محدثین کہا جاتا ہے۔ ان کی منقبت وفضیلت میں امام ابن حبان رحمہ اللہ (م: 354ھ) یوں رطب اللسان ہیں:

وَلَوْ لَمْ يَكُنِ الْإِسْنَادُ وَطَلَبُ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ لَهٗ؛ لَظَهَرَ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ مِنْ تَبْدِيلِ الدِّينِ مَا ظَهَرَ فِي سَائِرِ الْأُمَمِ، وَذَاكَ أَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ أُمَّةٌ لِّنَبِيٍّ قَطُّ حَفِظَتْ عَلَيْهِ الدِّينَ عَنِ التَّبْدِيلِ مَا حَفِظَتْ هٰذِهِ الْأُمَّةُ، حَتّٰى لَا يَتَهَيَّأَ أَنْ يُزَادَ فِي سُنَّةٍ مِّنْ سُنَنِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلِفٌ وَّلَا وَاوٌ، كَمَا لَا يَتَهَيَّأُ زِيَادَةُ مِثْلِهٖ فِي الْقُرْآنِ، فَحَفِظَتْ هٰذِهِ الطَّائِفَةُ السُّنَنَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، وَكَثُرَتْ عِنَايَتُهُمْ بِأَمْرِ الدِّينِ، وَلَوْلَاهُمْ لَقَالَ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ.

''اگر سند نہ ہوتی اور محدثین کی یہ جماعت سند کو حاصل نہ کرتی، تو باقی امتوں کی طرح اس امت میں بھی دین تحریف کا شکار ہو جاتا۔ کسی بھی نبی کی امت نے تحریف سے اپنے دین کو اس قدر نہیں بچایا، جس قدر اس امت نے بچایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے کسی ایک حدیث میں بھی 'الف' اور 'واؤ' تک بھی زائد نہیں ہو سکی، جیسا کہ قرآنِ کریم میں کوئی اضافہ نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس گروہِ محدثین نے مسلمانوں کے لیے احادیثِ نبویہ کو محفوظ کیا

اور دینی امور میں خاص اہتمام سے کام لیا۔اگر محدثین کرام نہ ہوتے،تو ہر کوئی جو بھی کہنا چاہتا،کہتا چلا جاتا۔''(المجروحین :25/1)

اسی طائفہ کے سرخیل امام الائمہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ ہیں۔آیئے ان کے مختصر حالاتِ زندگی ملاحظہ فرمایئے۔

نام و نسب اور کنیت :

ابوبکر،محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ بن صالح بن بکر،نیشاپوری۔

ولادت : آپ کی ولادت 223 ہجری میں ہوئی۔

رحلتِ علمي :

محدثِ کبیر،ناقدِ حدیث اور جلیل القدر فقیہ،ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے حصولِ علم کے لیے رَے،بغداد،بصرہ،کوفہ،شام،جزیرہ،مصر اور اوسط کا سفر کیا۔کبار ائمہ حدیث سے اپنی علمی پیاس بجھائی۔

توصیف و توثیق :

❁ امام الوقت،حافظ،ابوعلی،حسین بن علی بن یزید نیشاپوری(277-349ھ) ایک اور محدث کے بارے میں فرماتے ہیں:

كَانَ أَبُو نُعَيْمٍ الْجُرْجَانِيُّ أَحَدُ الْأَئِمَّةِ، مَا رَأَيْتُ بِخُرَاسَانَ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، يَعْنِي ابْنَ خُزَيْمَةَ، مِثْلَهُ أَوْ أَفْضَلَ مِنْهُ.

''ابونعیم جرجانی ایک امام تھے۔میں نے خراسان میں ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ کے بعد ان جیسا یا ان سے افضل کوئی محدث نہیں دیکھا۔''

(تاريخ بغداد للخطيب البغدادي : 182/12، وسندهٗ صحيحٌ)

یعنی خراسان کے علاقے میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سب سے بڑے محدث تھے۔

❁ حافظ، محمد بن احمد بن عثمان، ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) فرماتے ہیں:

''یہ (ابوعلی نیشاپوری) ایسا کہہ رہے ہیں، جنہوں نے امام نسائی رحمہ اللہ کو بھی دیکھا ہوا ہے۔'' (سير أعلام النبلاء: 272/14)

❁ آپ کے تلمیذِ ارشد، ثقہ امام، محدث وفقیہ، امام، ابو حاتم، محمد بن حبان بن احمد، ابن حبان رحمہ اللہ (م: 354ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَمَا رَأَيْتُ عَلٰى أَدِيمِ الْأَرْضِ مَنْ كَانَ يُحْسِنُ صَنَاعَةَ السُّنَنِ، وَيَحْفَظُ الصِّحَاحَ بِأَلْفَاظِهَا، وَيَقُومُ بِزِيَادَةِ كُلِّ لَفْظَةٍ تُزَادُ فِي الْخَبَرِ ثِقَةً، حَتّٰى كَأَنَّ السُّنَنَ كُلَّهَا نَصَبَ عَيْنَيْهِ إِلَّا مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ فَقَطْ.

''میں نے روئے زمین کے اوپر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رحمہ اللہ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا، جو حدیث کے فن میں ماہر ہو، نیز اسے ساری صحیح احادیث الفاظ سمیت یاد ہوں اور حدیث میں ہر اس لفظ کی زیادت کا اسے اہتمام ہو، جسے کسی ثقہ نے بیان کیا ہو۔ گویا انہوں نے ساری احادیث کو یاد کرنا اپنا نصب العین بنا رکھا تھا۔'' (كتاب المجروحين: 93/1)

امام عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رحمہما اللہ (240-327ھ) ان کی توثیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ثِقَةٌ، صَدُوقٌ. ''آپ ثقہ وصدوق امام تھے۔''

(الجرح والتعديل: 196/7)

❁ امام، ابونصر، محمد بن محمد بن یوسف، طوسی، فقیہ (م: 344ھ) فرماتے ہیں:

إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ فِي عَصْرِهٖ .

''آپ اپنے زمانے میں مسلمانوں کے امام تھے۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم :425/1)

❁ امام ابو اسحاق، ابراہیم بن محمد بن یحییٰ، نیشاپوری رحمہ اللہ (م : 352ھ) امام موصوف کے بارے میں فرماتے ہیں:

إِمَامُ الْمُسْلِمِينَ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ رضی اللہ عنہ .

''امام المسلمین ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ رضی اللہ عنہ۔''

(المستدرك على الصحيحين للحاكم : 219/4)

❁ حافظ ابو یعلیٰ، خلیل بن عبد اللہ بن احمد، خلیلی رحمہ اللہ (367-446ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ فِي وَقْتِهٖ أَهْلُ الشَّرْقِ أَنَّهٗ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ، ---، وَلَهٗ مِنَ التَّصَانِيفِ مَا لَا يُعَدُّ فِي الْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ .

''آپ کے دور میں اہل علم نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ آپ امام الائمہ ہیں۔۔۔حدیث اور فقہ میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔''

(الإرشاد في معرفة الحديث : 831/3، 832)

❁ ناقدِ رجال، حافظ ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَافِظُ، الْحُجَّةُ، الْفَقِيهُ، شَيْخُ الْإِسْلَامِ، إِمَامُ الْأَئِمَّةِ، ---، وَعَنٰى فِي حَدَاثَتِهٖ بِالْحَدِيثِ وَالْفِقْهِ، حَتّٰى صَارَ يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِي سِعَةِ الْعِلْمِ وَالْإِتْقَانِ .

''حافظ، حجہ، فقیہ، شیخ الاسلام، امام الائمہ۔۔۔آپ نے نوجوانی ہی میں حدیث اور فقہ میں خصوصی اہتمام کیا، حتی کہ وسعتِ علمی اور مضبوطیٔ حافظہ میں آپ ضرب المثل بن گئے۔''(سیر أعلام النبلاء : 365/14)

❀ نیز فرماتے ہیں:

وَقَدْ کَانَ هٰذَا الْإِمَامُ جِهْبِذًا، بَصِیْراً بِالرِّجَالِ .

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ بہت بڑے عالم تھے اور رواۃِ حدیث کے بارے میں اچھی معرفت رکھتے تھے۔''(سیر أعلام النبلاء : 373/14)

❀ مشہور سنی مفسر اور مؤرّخِ اسلام، حافظ، ابو فدا، اسماعیل بن عمر، ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

اَلْإِمَامُ أَبُو بَکْرِ بْنُ خُزَیْمَةَ، الْمُلَقَّبُ بِإِمَامِ الْأَئِمَّةِ، ---، وَهُوَ مِنَ الْمُجْتَهِدِینَ فِي دِینِ الْإِسْلَامِ .

''امام ابو بکر بن خزیمہ، جن کا لقب امام الائمہ ہے۔آپ دین اسلام کے ایک مجتہد تھے۔''(البدایة والنهایة :170/11)

❀ امام، ابو العباس بن سریج کے ہاں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا ذکرِ خیر ہوا، تو آپ یوں گویا ہوئے:

یُخْرِجُ النُّکَتَ مِنْ حَدِیثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمِنْقَاشِ .

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ بہت محنت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے نکات کا استخراج کرتے تھے۔''(معرفة علوم الحدیث للحاکم، ص : 83)

امام ابن جارود(129)،امام ابن حبان(تقریباً 313 روایات)،امام دارقطنی رحمہ اللہ (204/1)اور امام حاکم رحمہ اللہ (36/1، ح:160)وغیرہ نے آپ کی روایات ذکر کی ہیں۔

ناقدِ رجال، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کو اپنی کتاب [ذِكْرُ مَنْ يُعْتَمَدُ قَوْلُهُ فِي الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ](ان لوگوں کا بیان کہ جرح وتعدیل میں جن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے)میں ذکر کیا ہے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو اجتہاد وفقہ میں خصوصی ملکہ عطا فرما رکھا تھا۔آپ ایک بلند پایہ فقیہ تھے۔حدیث کی صحت وضعف میں خصوصی معرفت رکھتے تھے۔علل حدیث اور رواۃِ حدیث میں بہت ماہر تھے۔آپ کا فہم وتبصر بے مثال تھا۔

❁ امام، ابوعبداللہ، حاکم رحمہ اللہ (321-405ھ)فرماتے ہیں:

فَضَائِلُ هٰذَا الْإِمَامِ مَجْمُوعَةٌ عِنْدِي فِي أَوْرَاقٍ كَثِيرَةٍ.

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے فضائل میرے پاس بہت سے اوراق میں جمع شدہ موجود ہیں۔''(معرفة علوم الحديث، ص:83)

❁ علامہ ذہبی رحمہ اللہ (673-748ھ)فرماتے ہیں:

وَلِابْنِ خُزَيْمَةَ عَظَمَةٌ فِي النُّفُوسِ، وَجَلَالَةٌ فِي الْقُلُوبِ، لِعِلْمِهِ، وَدِينِهِ، وَاتِّبَاعِهِ السُّنَّةَ.

''امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے علم،ان کی دینداری اور اتباعِ سنت کی بنا پر(مؤمنوں کے)نفوس میں ان کی عظمت اور دلوں میں جلالتِ شان موجود ہے۔''

(سير أعلام النبلاء: 374/14)

علمي ورثہ :

آپ رحمہ اللہ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔البتہ ان میں سے دو کتابیں ''صحیح ابن

خزیمہ'' اور ''کتاب التوحید'' مطبوع ہیں۔ اول الذکر کا مکمل نام یہ ہے:

اَلْمُسْنَدُ الصَّحِيحُ الْمُتَّصِلُ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ مِنْ غَيْرِ قَطْعٍ فِي السَّنَدِ وَلَا جَرْحٍ فِي النَّقَلَةِ.

(صحيح ابن خزيمة :3/1، 186/3، النكت على كتاب ابن الصلاح لابن حجر :291/1)

صحیح ابن خزیمہ فقہِ اسلامی کا عظیم شاہکار ہے۔

اس کے بارے میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ (392-463ھ) فرماتے ہیں:

شَرَطَ فِيهِ عَلٰى نَفْسِهٖ إِخْرَاجَ مَا اتَّصَلَ سَنَدُهٗ بِنَقْلِ الْعَدْلِ عَنِ الْعَدْلِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''امام صاحب نے اپنے اوپر لازم کیا تھا کہ اس کتاب میں صرف وہ احادیث نقل کریں گے، جن کی سند عادل راویوں پر مشتمل اور رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔'' (الجامع لأخلاق الراوي وآداب السامع : 185/2)

''کتاب التوحید'' بھی اہل سنت کے عقیدے پر ایک مدلل اور جامع کتاب ہے۔

شیوخ عظام:

آپ رحمہ اللہ کے اساتذہ کرام کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ چند مشہور شیوخ کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

❀ احمد بن سنان واسطی ❀ عباس بن عبد العظیم عنبری ❀ ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم رازی ❀ عمرو بن فلاس ❀ ابو حاتم محمد بن ادریس رازی ❀ ابوبکر محمد بن اسحاق صاغانی ❀ موسیٰ بن خاقان بغدادی ❀ یعقوب بن سفیان فارسی ❀ یعقوب بن ابراہیم دورقی ❀ علی بن خشرم مروزی ❀ علی بن سعید نسوی ❀ علی بن مسلم طوسی

❁ علی بن سہل رملی ❁ علی بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ مصری ❁ محمد بن بشار بندار وغیرہ۔

تلامذہ کرام :

بے شمار انسانوں نے آپ رحمہ اللہ سے دین سیکھا، ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

❁ ابو ولید حسان بن محمد فقیہ ❁ ابو احمد حسین بن علی بن محمد تیمی، المعروف بہ حُسَینک نیشاپوری ❁ ابو علی حسین بن محمد نیشاپوری ❁ ابو احمد عبد اللہ بن احمد جرجانی ❁ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری ❁ ابو الحسن محمد بن حسین آبری ❁ ابو حاتم محمد بن حبان تمیمی بجستانی ❁ ابو احمد محمد بن محمد حاکم کرابیسی نیشاپوری ❁ مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری ❁ ابو حامد بن شرقی وغیرہ۔

اقوالِ زرّیں :

اب امام موصوف رحمہ اللہ کے کچھ اقوالِ زرّیں ملاحظہ فرمائیں :

❁ لَيْسَ لِأَحَدٍ مَّعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلٌ إِذَا صَحَّ الْخَبَرُ عَنْهُ .

''جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ثابت ہو جائے، تو اس کے مقابلے میں کسی کے لیے کچھ بھی کہنا جائز نہیں۔'' (معرفة علوم الحديث للحاكم، ص : 84، وفي نسخة، ص : 105، الفقيه والمتفقّه للخطيب :1/536، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ أَنَا عَبْدٌ لِّأَخْبَارِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا غلام ہوں۔''

(الفقيه والمتفقّه للخطيب البغدادي :1/289، وسندهٗ حسنٌ)

عقیدۂ سلف صالحین :

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سلف صالحین کے عقیدے پر کاربند تھے۔ ملاحظہ فرمائیں :

استواء علي العرش :

امام صاحب فرماتے ہیں:

مَنْ لَّمْ يُقِرَّ بِأَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى عَلٰى عَرْشِهٖ، قَدِ اسْتَوٰى فَوْقَ سَبْعِ سَمَاوَاتِهٖ، فَهُوَ كَافِرٌ بِرَبِّهٖ، يُسْتَتَابُ، فَإِنْ تَابَ، وَإِلَّا ضُرِبَتْ عُنُقُهٗ، وَأُلْقِيَ عَلٰى بَعْضِ الْمَزَابِلِ، حَيْثُ لَا يَتَأَذّٰى الْمُسْلِمُونَ، وَالْمُعَاهَدُونَ بِنَتَنِ رِيحِ جِيفَتِهٖ، وَكَانَ مَالُهٗ فَيْئًا لَّا يَرِثُهٗ أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ، إِذِ الْمُسْلِمُ لَا يَرِثُ الْكَافِرَ، كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمانوں کے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہونے کا اقراری نہ ہو، وہ اپنے ربّ کے ساتھ کفر کرتا ہے۔ اسے توبہ کا کہا جائے گا، اگر توبہ کر لے، تو اچھا ہے، ورنہ (اسلامی حکومت کی طرف سے) اسے قتل کر کے اس کی لاش کسی کوڑے والی جگہ پر پھینک دی جائے، جہاں اس کی بدبو سے مسلمان اور ذمی لوگ پریشان نہ ہوں۔ اس کا مال فَے بن جائے گا، کوئی مسلمان اس کا وارث نہیں بن سکتا، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کے فرمانِ گرامی کے مطابق ایک مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں بن سکتا۔''

(معرفة علوم الحديث للحاكم، ص: 84، وفي نسخة، ص: 105، وسندهٗ صحيحٌ)

اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مَنْ أَقَرَّ بِذٰلِكَ تَصْدِيْقاً لِّكِتَابِ اللّٰهِ، وَلِأَحَادِيْثِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَآمَنَ بِهٖ مُفَوِّضًا مَّعْنَاهُ إِلَى اللّٰهِ

وَرَسُوْلِهٖ، وَلَمْ يَخُضْ فِي التَّأْوِيْلِ وَلَا عَمَّقَ، فَهُوَ الْمُسْلِمُ الْمُتَّبِعُ، وَمَنْ أَنْكَرَ ذٰلِكَ، فَلَمْ يَدْرِ بِثُبُوْتِ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَهُوَ مُقَصِّرٌ، وَاللّٰهُ يَعْفُو عَنْهُ، إِذْ لَمْ يُوجِبِ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ حِفظَ مَا وَرَدَ فِي ذٰلِكَ، وَمَنْ أَنكَرَ ذٰلِكَ بَعْدَ الْعِلْمِ، وَقَفَا غَيْرَ سَبِيْلِ السَّلَفِ الصَّالِحِ، وَتَمَعْقَلَ عَلَى النَّصِّ، فَأَمْرُهٗ إِلَى اللّٰهِ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الضَّلَالِ وَالْهَوٰى، وَكَلَامُ ابْنِ خُزَيْمَةَ هٰذَا - وَإِنْ كَانَ حَقّاً - فَهُوَ فَجٌّ، لَا تَحْتَمِلُهٗ نُفُوْسُ كَثِيْرٍ مِّنْ مُتَأَخِّرِي الْعُلَمَاءِ .

''جو شخص کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی تصدیق کرتے ہوئے استواعلی العرش کے عقیدے کا اقرار کرتا ہے،اس کے معنیٰ (کیفیت) کو اللہ ورسول کے سپرد کرتے ہوئے اس پر ایمان لاتا ہے اور اس کی تاویل میں زیادہ غور وخوض نہیں کرتا،وہی شخص متبع مسلمان ہے۔جو شخص اس عقیدے کا اس وجہ سے انکاری ہو کہ کتاب وسنت سے اس بارے میں ثبوت اسے معلوم نہ ہو،تو وہ گناہ گار ہے،لیکن اسے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا،کیونکہ اللہ نے ہر مسلمان پر اس بارے میں وارد ہونے والی نصوص کو یاد کرنا فرض نہیں کیا۔البتہ جو شخص علم ہو جانے کے بعد اس کا انکار کرے،سلف صالحین کے علاوہ کسی اور کے نقش قدم پر چلے اور اس بارے میں نص کو اپنی عقل کی بھینٹ چڑھا دے،تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب کر لے گا۔ہم گمراہی ونفس پرستی سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا کلام اگرچہ بالکل برحق ہے،لیکن یہ ایک

مشکل امر ہے، اکثر متاخرین علماءِ کرام کے نفوس اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔''

(سير أعلام النبلاء : 373/14، 374)

صفاتِ باري تعالىٰ :

❀ صفاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں :

فَنَحْنُ وَجَمِيعُ عُلَمَائِنَا مِنْ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَتِهَامَةَ، وَالْيَمَنِ، وَالْعِرَاقِ، وَالشَّامِ، وَمِصْرَ، مَذْهَبُنَا أَنَّا نُثْبِتُ لِلّٰهِ جَلَّ وَعَلَا مَا أَثْبَتَهُ لِنَفْسِهِ، نُقِرُّ بِذٰلِكَ بِأَلْسِنَتِنَا وَنُطَبِّقُ بِذٰلِكَ بِقُلُوبِنَا، مِنْ غَيْرِ أَنْ نُّشَبِّهَ وَجْهَ خَالِقِنَا بِوَجْهِ أَحَدٍ مِّنَ الْمَخْلُوقِينَ، وَعَزَّ رَبُّنَا عَنْ أَنْ نُّشَبِّهَهُ بِالْمَخْلُوقِينَ، وَجَلَّ رَبُّنَا عَنْ مَّقَالَةِ الْمُعَطِّلِينَ، وَعَزَّ أَنْ يَّكُونَ عَدَمًا كَمَا قَالَهُ الْمُبْطِلُونَ، لِأَنَّ مَا لَا صِفَةَ لَهُ عَدَمٌ، تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُولُ الْجَهْمِيُّونَ الَّذِينَ يُنْكِرُونَ صِفَاتِ خَالِقِنَا، الَّذِي وَصَفَ بِهَا نَفْسَهُ فِي مُحْكَمِ تَنْزِيلِهِ، وَعَلٰى لِسَانِ نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''ہم اور حجاز، تہامہ، یمن، عراق، شام اور مصر کے ہمارے تمام علماءِ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے وہ تمام صفات ثابت کرتے ہیں، جو اس نے خود اپنے لیے ثابت کی ہیں۔ ہم ان صفات کا زبان سے اقرار بھی کرتے ہیں اور دل سے ان کی تصدیق بھی۔ ہم اپنے خالق کے چہرے کو مخلوق میں سے کسی کے چہرے سے تشبیہ نہیں دیتے۔ ہمارا رب اس سے بہت بلند ہے کہ ہم اسے مخلوق سے تشبیہ دیں۔ ہمارا رب معطلہ کی بنائی گئی باتوں سے بھی پاک

ہے۔معطلہ نے اللہ تعالیٰ کو معدوم قرار دیا ہے، کیونکہ جس چیز کی کوئی صفت نہیں ہوتی، وہ معدوم ہی تو ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ان جہمیہ کی باتوں سے بھی بلند ہے، جو ہمارے خالق کی صفات کا انکار کرتے ہیں،جس نے اپنی محکم کتاب میں اوراپنے نبی محمد ﷺ کی زبانی اپنی صفات بیان فرمائی ہیں۔''

(كتاب التوحيد وإثبات صفات الربّ :26/1)

وفات حسرت آیات :

علم وفقہ،ورع وتقویٰ اور اتباعِ سنت کا یہ پیکر311 ہجری میں اس دارِفانی سے کوچ کر گیا۔ فجزاه الله عن الإسلام خيرًا .

حجرۂ عائشہ میں تین چاند

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں :

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے حجرے میں تین چاند اُترے ہیں۔میں نے اس بارے میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا،تو انہوں نے جواب دیا:عائشہ!اگر آپ کا خواب سچا ہے ،تو آپ کے گھر میں کرۂ ارض کی تین افضل ترین شخصیات دفن ہوں گی۔جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے اور آپ ﷺ کو ادھر دفن کر دیا گیا، تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا: عائشہ!یہ آپ کے تین چاندوں میں سب سے عظمت والا چاند ہے۔''

(مسند المسدّد، نقلا عن اتّحاف الخيرة المهرة للبوصيري : 133/7، ح : 6513، مسند الحميدي، نقلا عن اتّحاف الخيرة المهرة : 133/7، ح : 6513، المعجم الكبير للطبراني : 47/23، المستدرك على الصحيحين للحاكم : 60/3، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کی شرط پر صحیح کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی مرد کسی عورت کو پیغامِ نکاح بھیجے، تو اسے پوشیدہ رکھے، اچھی طرح وضو کرے، اپنے مقدر کی نماز پڑھے، پھر اپنے رب کی حمد اور بزرگی بیان کرے، بعدازاں یوں دُعا کرے:

«اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ، فَإِنْ رَأَيْتَ لِي فُلَانَةً [تُسَمِّيهَا بِاسْمِهَا] خَيْرًا لِّي فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي، فَاقْدُرْهَا لِي، وَإِنْ كَانَ غَيْرُهَا خَيْرًا لِّي مِنْهَا فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَآخِرَتِي، فَاقْضِ لِي بِهَا».

''اے اللہ! تُو طاقت رکھتا ہے، میں طاقت نہیں رکھتا، تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا اور تو ہی غیب کو جاننے والا ہے۔ چنانچہ اگر فلاں عورت (اس کا نام لے) میرے لیے دین، دنیا اور آخرت کے لحاظ سے بہتر ہے، تو اسے میرے مقدر میں کر دے اور اگر کوئی دوسری عورت میرے لیے دین، دنیا اور آخرت کے لحاظ سے اس کی نسبت بہتر ہے، تو اسے میرے مقدر میں فرما دے۔''

(المعجم الكبير للطبراني: 133/4، ح: 3901، السنن الكبرىٰ للبيهقي: 147/7، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابن خزیمہ (1220)، امام ابن حبان (4040) رحمہ اللہ نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (314/1) نے ''صحیح الاسناد'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام حاکم رحمہ اللہ اس کے راویوں کو بھی ثقہ قرار دیا ہے۔

❀❀❀❀❀❀❀